مروّجہ انعامی اسکیمیں اور ان کی شرعی حیثیت

علماء برّصغیر کی آراء کی روشنی میں

تحریر: شمشاد اختر*

ڈاکٹر محمد اکرم ورک**

ABSTRACT

Islam is a complete code of life. It provides injunctions for every field of life .In economics it not only provides us details in finance and trade but also provides us information about "Halal & Haram". Needless to emphasize that economy plays an important role in the development of nation and financial matters cannot be ignored if development is a target. According to Islamic teachings all earnings must be lawful. Generally, new ways are being adopted to increase and generate wealth. Islam encourages to get more wealth and profit but no illegal means should be adopted for that. All kinds of fraud and unfair means while doing business must be avoided. Islam lays stress on using lawful and valid means in all economic activities. Scholars of Sub-continent have different opinions about the prevailing prize money schemes. Some scholars consider them lawful regarding some aspects but majority term them unlawful.

Keywords: پرائز سکیم، حلال و حرام، اٹل، کسب معاش، بیع ثمن

اسلام کے اصول وضوابط اٹل ہیں۔ یہ ہر زمانے، علاقے اور ہر شخص کے لیے قابل عمل اور قابل نفاذ ہیں۔

* پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے ذریعہ ہمیں خرید و فروخت اور کسب معاش سے متعلق بہترین اصول وضابطے دیئے ہیں۔ انسانی فطرت ہے کہ اسے جس چیز میں فائدہ یا نفع نظر آئے وہ اس جانب مائل ہوتی ہے۔ چنانچہ انعامی اسکیم جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ایسے منصوبہ یا لائحہ عمل کا نام ہے جس سے لوگوں کو منافع یا انعام کی طرف مائل کیا جائے، زیادہ نفع، پیسہ، یا کسی خاص شے کے حصول کے لیے لوگوں کی توجہ اس کی جانب مبذول کروائی جائے۔

فقہاء برصغیر نے تجارت کے جدید صورتوں میں جائز اور ناجائز صورتوں کو شرح وبسط کے ساتھ قرآن وسنت کی دلائل سے واضح کیا ہے۔ جدید تجارتی صورتوں میں انعامی اسکیمیں بھی ہیں۔ دین اسلام نے انعام کو ممنوع نہیں ٹھہرایا لیکن دور حاضر میں بہت سے ایسے انعامی منصوبے (Prize Schemes) رواج پاگئے ہیں جو کہ میسر اور قمار کی ہی شکل ہیں۔ انعامی اسکیمیں خواہ وہ حکومت کی طرف سے ہوں یا غیر سرکاری، اگر وہ قرآن مجید اور حدیث نبوی کے خلاف ہیں تو بلاشبہ ناجائز اور حرام ہیں۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[1]

"اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا اور (عبادت کے لیے) نصب کیے گئے بُت اور (قسمت معلوم کرنے کے لیے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں۔ سو تم ان سے (کلیتاً) پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔"

عصر حاضر میں بہت سی سرکاری انعامی اسکیمیں اور غیر سرکاری انعامی اسکیمیں مروج ہیں۔ سرکاری اسکیموں کو عموماً پرافٹ سکیمز (Profit Schemes) بھی کہا جاتا ہے۔ غیر سرکاری اسکیموں کا مقصد کاروباری فوائد حاصل کرنا ہوتا ہے۔ ان سکیموں میں سے کچھ جائز ہیں اور کچھ ناجائز ہیں۔

ا۔ مروّجہ انعامی اسکیم کی جائز صورتیں

علماء برصغیر کے نزدیک کاروباری انعام کی درج ذیل دو صورتیں جائز ہیں:

ا۔ سودا مکمل ہونے سے پہلے بیع یا ثمن میں اضافہ

I. سابقہ قیمت کو برقرار رکھتے ہوئے سودے کی مقدار بڑھادی جائے مثلاً خوردنی تیل کے 5 لیٹر کی

[1]۔ المائدۃ،۵: ۹۰

قیمت 1000 روپے ہے۔ قیمت کو بڑھائے بغیر تیل میں نصف لیٹر کا اضافہ کر دیا جائے اور 5 لیٹر کے بجائے 5.5 لیٹر گاہک کو دیا جائے۔

II. ٹوتھ پیسٹ کے ساتھ دانتوں کا برش بھی پیکنگ میں شامل کر دیا جائے جبکہ پیسٹ کی سابقہ قیمت بر قرار رکھی ہو۔

III. بائع کی خستہ مالی حالت کی وجہ سے خریدار کا اس سے دس روپے کی چیز لے کر قیمت میں مزید دس روپے کا اضافہ کرنا۔

IV. 40،000 روپے کا فریج خریدنے کی بات کی اور چاہا کہ قیمت میں کچھ رعایت کر دی جائے۔ دکاندار نے فریج کی قیمت میں تو کمی نہ کی البتہ خریدار کو 2000 روپے کی قیمت کا ایک ٹوسٹر مفت دے دیا۔

یہ چار مثالیں مبیع میں یا ثمن میں اضافے کی ہیں اور امام زفرؒ (م۔158ھ) سمیت تمام ائمہ احناف اس پر متفق ہیں۔ امام حصکفی (1088 ھ) نے لکھا ہے:

وصح الزيادة في المبيع ولزم البائع دفعها إن في غير سلم.[1]

"مبیع میں اضافہ کرنا صحیح ہے اور بائع پر لازم ہو گا کہ وہ اضافہ بھی خریدار کے سپرد کرے جبکہ بیع سلم نہ ہو اور مشتری اس اضافہ کو قبول کر لے۔"

ہر جگہ قرعہ اندازی حرام نہیں ہوتی اس حوالے سے عصر حاضر کے ایک ممتاز عالم دین مفتی تقی عثمانی (پ۔1943ء) لکھتے ہیں کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں بھی لاٹری ہوئی یا قرعہ اندازی ہوئی نمبر نکالے گئے وہ جوا ہو گیا، وہ حرام ہو گیا۔ ایسا نہیں، حرام اس وقت ہو گا جب ایک طرف سے ادائیگی یقینی ہو اور دوسری طرف سے موہوم ہو یا معلق علی الخطر ہو۔[2]

1۔ حصکفی، علامه الشيخ علاء الدين الحصكفي(١٠٨٨ھ۔١٦٧٧ء). الدر المختار. بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٣٨٦ھ، ج:5، ص:155۔

2۔تقی عثمانی، مولانا مفتی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، مرتبہ مولانا مفتی محمود احمد، ادارہ اسلامیات، لاہور، ٢٠٠٨ء، ج:۴، ص: ٧٧۔

2۔ قرعہ اندازی کی جائز صورتیں

قرعہ اندازی جائز اور رسول کریم ﷺ سے ثابت ہے اس کی ایک صورت یہ ہے کہ جب حقوق سب کے مساوی ہوں اور حصے بھی مساوی تقسیم کر دیئے گئے ہوں پھر ان میں سے حصوں کی تعیین بذریعہ قرعہ اندازی کر لی جائے، مثلاً ایک مکان چار شریکوں میں تقسیم کرنا ہے تو قیمت کے لحاظ سے چار حصے برابر لگا لیے گئے، اب یہ تعین کرنا کہ کون سا حصہ کس شریک کے پاس رہے، اس کا تعیین اگر آپس میں مصالحت و رضامندی سے نہ ہو تو یہ بھی جائز ہے کہ قرعہ اندازی کر کے جس کے نام پر جس طرف کا حصہ نکل آئے اس کو دے دیا جائے، یا کسی چیز کے خواہش مند ایک ہزار ہیں اور سب کے حقوق مساوی ہیں مگر جو چیز تقسیم کرنا ہے وہ کل سو ہیں تو اس میں قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ جہاں سب شرکاء کے حقوق متساوی ہوں وہاں قرعہ اندازی حدیث سے ثابت ہے، شمس الائمہ علامہ سرخسی (م ۴۸۳ھ) لکھتے ہیں:

> أن رسول الله a كان إذا سافر أقرع بين نسائه ...... ولكنا تركنا بالسنة والتعامل الظاهر فيه من لدن رسول الله e إلى يومنا هذا من غير نكير منكر ثم هذا ليس في معنى القمار ففي القمار أصل الاستحقاق يتعلق بما يستعمل فيه وفي هذا الموضع أصل الاستحقاق بكل واحد منهم لا يتعلق بخروج القرعة ثم القاسم لو قال عدلت أنا في القسمة فخذ أنت هذا الجانب وأنت هذا الجانب كان مستقيما إلا أنه ربما يتهم في ذلك فيستعمل القرعة لتطييب قلوب الشركاء ونفي تهمة الميل عن نفسه وذلك جائز الخ-[1]

> ”رسول اللہ ﷺ سفر کے لیے اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ فرمایا کرتے تھے۔۔۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے حیات مبارکہ سے لے کر آج کے دن تک اس کو سنت اور ظاہری تعامل کی بنا پر ترک کر دیا گیا ہے۔ پھر اس میں یہ بات بھی ہے کہ یہ قمار کی طرح نہیں۔ قمار میں اصل استحقاق مجروح ہوتا ہے اور یہاں ہر ایک کے ساتھ اصل استحقاق کا تعلق ہے اس کا قرعہ اندازی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ تقسیم کرنے والا اگر کہے: میں نے تقسیم میں عدل کیا تم

1۔ سرخسی، امام شمس الدین السرخسی (٤٨٣ھ)، کتاب المبسوط، بیروت، لبنان: دارالمعرفه، ١٣٩٨ھ/١٩٧٨ء۔ج:15، ص:7-8۔

ادھر اور تم ادھر ہو جاؤ تو ہو سکتا کہ اس تقسیم سے وہ تہمت زدہ ہو جائے تو اس صورت میں وہ شرکاء کے دل کی تسلی کے لیے اور تہمت سے بچنے کے لیے قرعہ اندازی کا طریقہ استعمال کرتا ہے اور یہ جائز ہے۔"

علامہ ابن ہمام (م ۶۸۱ھ) نے بھی اس کو درست قرار دیا ہے۔[1]

3۔ مبیع اور ثمن طے ہونے اور سودا مکمل ہونے کے بعد اضافہ

سودا ہو چکنے کے بعد دکاندار اپنی طرف سے کچھ اضافہ کر دے مثلاً فریج بیچا پھر دکاندار نے خریدار کو ایک استری مفت میں دی۔ حنفی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ مبیع میں اضافہ ہے (جبکہ ثمن کی مقدار حسب سابق ہے) اور امام زفرؒ کے نزدیک نیا ہدی یعنی ہبہ مبتدا ہے۔ توجیہ کے اختلاف کے باوجود استری کے خریدار کی ملکیت میں آجانے میں کچھ اختلاف نہیں۔ یہی صورت اس وقت ہے جب ایک طے شدہ ثمن پر سودا مکمل ہو جانے کے بعد خریدار طے شدہ مقدار سے زائد ثمن بائع کو ادا کرے۔ مثلاً اگر بیس روپے میں بیس تربوز خریدے۔ پھر سودے کے بعد بائع نے خریدار سے کہا کہ میں نے تمہیں پانچ اور دیئے۔ اگر مشتری نے اس اضافہ کو مجلس (اضافہ) میں قبول کیا تو وہ بیس روپے میں پچیس تربوز لے گا۔ امام زفرؒ (م۔158ھ) فرماتے ہیں:

لا تجوز الزيادة مبيعا وثمنا ولكن تكون هبة مبتدأة فإن قبضها صارت ملكا له وإلا تبطل....[2]

"اضافہ شدہ کو مبیع یا قیمت کہنا درست نہیں البتہ وہ نیا ہدیہ شمار ہو گا اور اس صورت میں جس کو ہدیہ کیا ہے اگر وہ اس پر قبضہ کر لے تو وہ اس کا مالک بن جائے گا اور اگر اس پر قبضہ نہ کرے تو ہدیہ باطل ہو جائے گا۔"

مفتی محمد تقی عثمانی (پ۔1943ء) ایسی ہی ایک صورت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آج کل یہ بات کثرت سے ہوتی ہے کہ دو تاجر ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو ہم سے سامان خریدے گا ہم ہر ایک کو پرچی دیں گے اور پھر بعد میں

---

[1]۔ ابن همام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسي (٦٨١ھ)، شرح فتح القدير، بيروت،لبنان،دار الفكر، ج:4، ص:493-494۔

[2]۔ كاسانى، علاء الدين (٥٨٧ھ)۔ بدائع الصنائع۔ بيروت، لبنان، دار الكتاب العربى، ١٩٨٢ء۔ج:5، ص:258؛ عبدالواحد، مفتی، ڈاکٹر، جدید معاشی مسائل کی اسلامائزیشن کا شرعی جائزہ دارالافتاء والتحقیق، چوبرجی پارک، لاہور، س۔ن، ص: ۲۶۰۔

کسی وقت قرعہ اندازی کے ذریعہ انعام دیں گے، کسی کی کار نکل آئی تو یہ قمار نہیں ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ جو چیز بیچی جارہی ہے وہ ثمن مثل پر بیچی جائے۔[1]

موہوم انعام کی وضاحت مفتی عبدالواحد (م۔2019ء) نے کی ہے کہ اس سے مراد قرعہ اندازی میں شریک حصہ داروں کا اعتبار ہے کہ نہ جانے کس کے نام انعام نکل جائے۔[2]

مفتی محمد تقی عثمانی (پ۔1943ء) مزید لکھتے ہیں کہ البتہ اتنی بات جان لینی چاہئے کہ قمار اس وقت ہوتا ہے جب ایک طرف سے ادائیگی یقینی ہو اور دوسری طرف سے محتمل ہو۔ لیکن جہاں دونوں طرف سے ادائیگی متیقن ہو اور پھر کوئی فریق کہے کہ قرعہ اندازی کروں گا اور انعام دوں گا تو یہ قمار نہیں۔[3]

4۔ قائلین جواز کی آراء کا خلاصہ

بعض کمپنیاں اپنے خریداروں کو ثمن مثل پر مبیع دیتی ہیں، زائد قیمت نہیں لیتی ہیں تو ان سے خرید و فروخت کرنا شرعاً جائز و درست ہو گا، قرعہ اندازی کے ذریعہ انعام دینا محض خریداروں میں رغبت پیدا کرنے اور اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لیے ہوتا ہے، اس انعام کی وجہ سے اس کو ناجائز کہنا مشکل ہے۔ زیادہ تر فقہاء نے انعام کی شرائط پر پورا اترنے کے بعد، انعامی اسکیم کے اصلاً جواز اور احتیاطاً کراہت کا ذکر کیا ہے۔ البتہ یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے، اس لیے اگر اس خیال سے کہ ان کمپنیوں کے کاروبار کے پیچھے سود و قمار کی روح کارفرما ہوتی ہے کہ کوئی شخص احتیاطاً ان سے کاروبار نہ کرے تو یہ تقوی ہے البتہ اس کو کلی طور پر ناجائز کہنا درست نہیں ہو گا۔

تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایسی انعامی اسکیم جس میں موہوم انعام کے لیے اصل شے کی قیمت سے زیادہ معاوضہ لیا جائے یعنی ثمن مثل سے زائد وصول کیا جائے تو وہ جائز نہیں۔ ایسی انعامی اسکیمیں بالاتفاق قمار اور غرر کی مد میں آتی ہیں۔ لیکن ایسی انعامی اسکیمیں جن میں ثمن مثل ہی لی جائے اور پھر بعد میں انعام دیا جائے، ان کے بارے میں اختلاف ہے۔ خلاصہ یہ کہ مذکورہ بالا کاروباری انعام کی قسمیں جائز ہیں اور اضافہ شدہ شے لینے والے کے لیے جائز و حلال ہے۔

---

[1]۔ تقی عثمانی، مولانا مفتی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، مرتبہ مولانا مفتی محمود احمد، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۸ء، ج:۴، ص: ۷۷۔

[2]۔ عبدالواحد، مفتی ڈاکٹر، جدید معاشی مسائل کی اسلامائزیشن کا شرعی جائزہ، ص: ۲۶۱۔

[3]۔ تقی عثمانی، مولانا مفتی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، مرتبہ مولانا مفتی محمود احمد، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۸ء، ج:۴، ص: ۷۷۔

2۔ مروّجہ انعامی اسکیموں کی مشتبہ صورتیں

حضور نبی اکرم ﷺ نے خرید و فروخت کے ان تمام طریقوں کو حرام قرار دیا ہے جن میں خریدار اور فروخت کنندہ کے درمیان واضح طور پر طے نہ ہو سکے اور مبیع کا معیار اور تعداد بھی متعین نہ ہو، اور نہ یہ طے ہو کہ قیمت کتنی مدت میں ادا کی جائے گی۔ شریعتِ اسلامی نے حلال اور حرام کی صورتوں کو بہت واضح کر دیا ہے جبکہ مشتبہ امور سے بچنے کی تاکید ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے حضور نبی اکرمa سے سنا ہے۔ آپa فرماتے تھے:

> الحلال بين والحرام بين وبينهما مشبهات لا يعلمها كثير من الناس فمن اتقي المشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات كراع يرعى حول الحمى يوشك أن يواقعه.[1]
>
> ”حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ اُمور ہیں جن کو بہت لوگ نہیں جانتے (کہ حلال ہیں یا حرام) پھر جو کوئی شبہ کی چیزوں سے بھی بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا اور جو کوئی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو (شاہی محفوظ) چراگاہ کے آس پاس اپنے جانوروں کو چرائے۔ وہ قریب ہے کہ کبھی اس چراگاہ کے اندر گھس جائے (اور شاہی مجرم قرار پائے)۔“

موجودہ انعامی اسکیموں کی بعض صورتیں مشبہ ہونے کی وجہ سے علماء کرام کے نزدیک حرام ہیں۔ ان میں بعض یہ ہیں۔

ا۔ گاہکوں کے لیے ترغیبی انعام

آج کل ایک رواج عام ہو رہا ہے کہ جب مارکیٹ میں سامان پہنچ جاتا ہے تو جس سامان کی قیمت مثلاً ۱۰۰ روپے سے اوپر ہوتی ہے، اس میں خریدار کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے وہ سامان کی قیمت ۱۰ فی صد سے کم ادا کرے یا پوری قیمت ادا کر کے انعامی کارڈ لے لے۔ انعامی کارڈ لینے کی صورت میں جو چیز کوپن سے نکل آتی ہے وہ چیز اسے

---

[1]۔ بخاری، ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بن ابراہيم بن مغيره (۱۹۴-۲۵۶ھ/۸۱۰۔ ۸۷۰ء)۔ الصحيح۔ بيروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔ كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه، ج 1، ص28، رقم:52۔

فوراً مل جاتی ہے اور انعام میں کوئی نہ کوئی سامان ہوتا ہے۔

خریداری کی اس صوت میں چونکہ بیع اور ثمن دونوں متعین کردہ ضابطے کے مطابق انعام میں دیتے ہیں، اس لیے یہ صورت جائز اور درست ہوگی۔ یہ تو مسئلے کا ظاہری پہلو ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ کاروبار کے اس طریقے کے پیچھے قمار ہی کا ذہن کارفرما ہے اس لیے ایسے معاملے میں کراہت کا پہلو تو بہر حال ضرور ہے۔ یہی رائے حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (پ1376ھ/1956ء) کی بھی ہے۔[1]

۲۔ قسطوں پر سامان حاصل کرنے کی انعامی اسکیم

تجارت کے مروّجہ طریقوں میں سے ایک یہ ہے کہ قسطوں پر روپیہ جمع کر کے سامان حاصل کرے اور اس کے ساتھ قرعہ اندازی میں نام نکل آنے پر کوئی زائد چیز بطور انعام بھی دی جاتی ہے۔ مثلاً کوئی کمپنی، سائیکل یا سلائی مشین وغیرہ کے سلسلے میں بیس (۲۰) ماہ کے لیے خریداروں کو ممبر بناتی ہے۔ ہر خریدار کو خریداری نمبر دیتی ہے اور ہر خریدار، مثلاً بیس ماہ تک جمع کرتا رہتا ہے۔ اس طرح ہر خریدار ۲۰ ماہ میں کل رقم مبلغ ۲۴۰ روپے جمع کر دیتا ہے تو شے خریدار کو دی جاتی ہے اور ان ممبروں کی ترغیب و تحریض کے لیے تاجر یا کمپنی ہر ماہ قرعہ اندازی بھی کرتی ہے اور جس کا نام قرعہ اندازی میں نکل آتا ہے، اسے اختیار ملتا ہے کہ اب چاہے تو قسطیں بند کر دے اور یہ سائیکل لے لے یا دوسری سائیکل قسطوں کے اختتام پر حاصل کرلے۔

اس سلسلے میں حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی (متوفی ۱۹۹۶ء) کا فتوی ہے: بیع سلم کے لیے مجلس عقد میں (راس المال) ثمن پر مسلم الیہ کا قبضہ ضروری ہے۔ وہ یہاں مفقود ہے۔ اگر ثمن کا کچھ حصہ دے دیا جائے اور کچھ حصہ مسلم الیہ کی طرف بطور دین کے ذمے میں پہلے سے تھا تو مقدار دین میں بیع سلم باطل ہو جائے گی اور صرف مقدار مخصوص میں صحیح رہے گی۔[2]

اور صورت مذکورہ میں بائع کے ذمے مقدار بائع کو دی جائے اور پھر اس قرض کے عوض سائیکل خریدی جائے تو یہ بیع مداینہ کے قبیل سے ہو جائے گی۔ ہر ماہ ایک سائیکل انعام میں دینا لالچ دے کر خریداروں کو بڑھانا ہے کہ خریدار بلاضرورت مبلغ بارہ روپے ماہانہ جمع کرادیا کریں پھر ایک سائیکل تو بہر حال ملے گی ہی، ممکن ہے کہ انعام بھی نکل آئے۔ اگر اس انعام کی صورت میں خریدار کا روپیہ ضائع ہونے کی صورت نہیں، جیسا کہ صورت

---

[1]۔ یوسف لدھیانوی، مولانا محمد (م 1421ھ)، آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ۶، ص: ۲۷۵۔ ۲۷۷۔

[2]۔ محمد شفیع، مولانا مفتی (م۔1976ھ)، جواہر الفقہ، مکتبہ دارالعلوم کراچی، نومبر ۲۰۱۰ء (۱۳۴۱ھ)، ج:۲، ص:۴۳۵۔

مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے اور قیمت بھی پوری دیتا ہے، یہ نہیں کہ قیمت پوری ہونے سے پہلے (خواہ ایک ہی قسط پر سہی) اگر نام نکل آئے تو سائیکل مل جائے اور بقیہ قیمت ساقط ہو جائے، تب تو یہ صورت جائز معلوم ہوتی ہے، ورنہ تو یہ جوئے کی شکل میں ہو کر ناجائز ہو جائے گی۔[1] مولانا سیف اللہ رحمانی نے بھی اس اسکیم کو مکروہ قرار دیا ہے۔[2]

لاٹری جوئے کی ہی ایک جدید شکل ہے جو محنت کی بجائے قسمت آزمائی پر مبنی ہوتی ہے۔ اس میں ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے کا مال بغیر کسی محنت اور استحقاق کے اسے مل جائے۔ لاٹری ایک معاشی جرم ہے جو کمائی کے حلال طریقوں کا رخ حرام کی طرف موڑ دیتا ہے۔ لاٹری اسلام کے جذبہ ایثار کے لیے زہر قاتل ہے کہ ہر شخص انفرادی طور پر لالچ کرتا ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ مال مل جائے جبکہ اسلام حلال کمائی سے ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ گویا جوئے اور لاٹری کی ذریعے دوسروں کی خوشیوں پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے۔ لاٹری معاشری امن وسکون برباد کر کے باہمی جھگڑے اور فساد کا باعث بھی بنتا ہے۔ لاٹری بہت سی معاشی اور اقتصادی خرابیوں کا سبب ہے اس لیے اس کی مشبہ صورتوں سے بھی اجتناب ضروری ہے مزید یہ کہ اس طریقے سے حاصل کیا ہوا مال باطل مال کے زمرے میں شامل ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔

3۔ مروّجہ انعامی اسکیموں کی ناجائز صورتیں

دور حاضر میں بہت سے معاملات ایسے ہیں جن میں قمار، یا قمار کی آمیزش پائی جاتی ہے اس لیے وہ ناجائز ہیں علماء کرام نے اپنی مختلف کتب اور فتاوی جات میں اس حوالے سے تفصیل سے اپنے نقطہ نظر کا اظہار کیا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

1۔ انعامی کوپن اسکیم

بہت سی کمپنیاں اپنے ناقص سامان کو زیادہ سے زیادہ فروخت کرنے کے لیے مختلف اسکیمیں بناتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی مصنوعات کے ہر پیکٹ میں ایک سے پانچ یا سات تک کوئی ایک نمبر ہوتا ہے، لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اگر وہ یہ نمبر پورے جمع کر لیں تو انہیں فلاں فلاں چیز بطور انعام دی جائے گی۔
اس اسکیم کو کمپنی کی طرف سے انعامی کوپن کا بڑا دل کش نام دیا جاتا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم

---

[1] ۔ یوسف لدھیانوی، مولانا محمد، آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:٦، ص:٨٩۔

[2] ۔ رحمانی، جدید فقہی مسائل، ج:٤، ص:١٦٦۔

ہو گا کہ کمپنی انعام کے نام پر اپنی چیزیں فروخت کرتی ہے اور خریداروں میں سے ہر خریدار گویا اس امید پر ہی چیزیں خریدتا ہے کہ اس سے انعام ملے گا۔ گویا اس اسکیم وکاروبار کا خلاصہ خرید و فروخت بشرط انعام ہے اور شرعاً ایسی خرید و فروخت ناجائز و باطل ہے، جس میں کوئی ایسی خارجی شرط لگائی جائے جس میں فریقین میں سے کسی ایک کا نفع ہو۔ حضور اقدس ﷺ نے ایسی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے، جس میں شرط لگائی جائے۔ صحیح مسلم میں ہے:

ما كان من شرط ليس في كتاب الله عز وجل فهو باطل.[1]

"بیع میں ایسی شرط لگانا جو اللہ تعالی کی کتاب میں نہ ہو وہ باطل ہے۔"

اور اگر شرط کے ساتھ خرید و فروخت کی ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک بیع اور شرط دونوں فاسد ہیں۔ دوسری طرف اس میں اکثر انعام ملتا ہی نہیں۔ یہ غرر کثیر اور دھوکا دہی ہے اور غرر قمار کی اقسام میں سے ہے۔ اس لیے انعامی اسکیم کا یہ طریقہ شرعاً ناجائز و حرام ہے۔[2] سیدنا حضرت ابوہریرہg سے روایت ہے کہ رسول اللہa نے کنکری پھنکنے کی بیع اور دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔[3]

2۔ انعامی پرچیاں

(i) بعض مینوفیکچررز اپنی مصنوعات کی ترویج کے لیے ایک یا چند پیکنگز میں کوئی پرچی رکھ دیتے ہیں جس پر انعام کا وعدہ ہوتا ہے۔ لوگ اس موہوم انعام کے لالچ میں وہ مصنوعہ شے خریدتے ہیں یہ بھی ایک گونہ جوا اور قمار ہے جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ پھر اس بات سے اصل حکم پر کوئی فرق نہیں پڑتا کہ سب پرچیوں میں ایک متعین شے مذکور ہے یا کسی پر کچھ اور کسی پر کچھ۔

(ii) اس کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بازاروں اور نمائشوں میں مختلف مالیت کے بند ڈبے فروخت کیے جاتے ہیں۔ کسی میں ایک پیسے کا بھی مال نہیں ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ مال ہوتا ہے۔ لوگ اس کو قسمت آزمائی سمجھ اختیار کرتے ہیں۔ یہ بھی کھلی ہوئی قمار بازی اور جوا ہے، اس لیے یہ ناجائز و حرام ہے۔

---

[1]۔ مسلم، الصحح، کتاب العتق، باب بیع المکاتبة، ج: 4، ص:، 50، الرقم: 6251۔

[2]۔ خلیل اشرف عثمانی، کتاب النوازل، اداره المعارف جامعه دار العلوم کراچی، ج: ۱، ص:۱۲۳۔ ۱۲۵۔

[3]۔ مسلم، الصحیح ، کتاب البیوع، باب بطلان بیع الحصاة والبیع الذی فیه غرر، ج:3، ص:1153، رقم: 1513۔

۴۔ لاٹری کی خرید و فروخت

آج کل بازاروں میں لاٹری کی سینکڑوں صورتیں رائج ہیں۔ لاٹری کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بازاروں میں مخصوص جگہ پر لاٹری کی ٹکٹیں مختلف قیمتوں کی ہوتی ہیں۔ خریدار مختلف ٹکٹیں خرید لیتے ہیں پھر اسے متعینہ رقم ملتی ہے جو اکثر اوقات روپے ہی کی صورت میں ہوتی ہے حالانکہ عقد معاوضہ میں ایک طرف سے کم اور دوسری طرف سے زیادہ رقم ہونے کی صورت میں سود ہو جاتا ہے جو شرعاً درست نہیں ہے۔ مولانا محمد تقی عثمانی (پ۔1943ء) لکھتے ہیں:

"جتنی بھی لاٹریاں ہمارے زمانے میں مشہور ہیں مثلاً ایئرپورٹ پر گاڑی کھڑی کر رکھی ہے کہ دو سو روپے کے ٹکٹ خرید و بعد میں قرعہ اندازی کریں گے، جس کا نمبر نکل آیا اس کو کار مل جائے گی، یہ قمار ہے۔ "تعلیق التملیک علی الخطر" ہے اور غرر کا ایک شعبہ ہے جو حرام ہے۔"[1]

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (پ1376ھ/1956ء) نے لکھا ہے:

"لاٹری کی تمام صورتوں میں سود اور قمار دونوں پایا جاتا ہے، اس لیے وہ ناجائز و حرام ہیں چنانچہ اکثر علمائے اکابر نے بھی لاٹری کو حرام و ناجائز قرار دیا ہے۔"[2]

۵۔ لکی کمیٹی

آج کل ایک انعامی اسکیم سائیکل کمیٹی، ہنڈا کمیٹی یا اس کے علاوہ لکی کمیٹی کے نام سے چلائی جا رہی ہے۔ ایسی تمام کمیٹیاں شریعت کے اصول تجارت کے منافی ہیں جن کو چلانا یا ان میں حصہ لینا قطعاً جائز نہیں، حرام ہے۔

لکی کمیٹی کی رائج صورتوں میں بعض اہم شرائط یہ ہوتی ہیں کہ:

1: کمیٹی کے ارکان میں سے جس رکن کا موٹر سائیکل بذریعہ قرعہ اندازی نکل آتا ہے، اس سے باقی ماندہ اقساط ختم ہو جاتی ہیں۔

2: کمیٹی نہ آنے کی صورت میں قرعہ اندازی میں نام شامل نہیں کیا جاتا۔

3: کمیٹی توڑنے کی صورت میں جمع شدہ رقم ہرگز واپس نہ ہو گی۔

---

[1]۔ تقی عثمانی، مولانا مفتی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، مرتبہ مولانا مفتی محمود احمد، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۸ء، ج:۴، ص: ۷۷۔

[2]۔ سیف اللہ رحمانی، مولانا خالد، حلال و حرام، زمزم پبلی کیشنز کراچی، مئی ۲۰۰۴، ص: ۳۸۰، ۳۸۱۔

اس کے علاوہ کئی ایک صورتیں رائج ہیں۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی (م 1421ھ) لکی کمیٹی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ اسکیمیں سود کی ایک شکل ہیں، اس لیے کہ اس میں سب سے اہم شرط یہ ہے کہ جس ممبر کا بھی نام نکل آیا اس سے بقیہ اقساط نہیں لی جائیں گی اور نام نکلنے پر اسے ایک مقررہ رقم یا اس کے مساوی چیز دی جائے گی۔ دوسری جانب یہ کہ رقم جمع کرانے کا مقصد اور ارادہ زیادہ رقم حاصل کرنا ہوتا ہے اور اسکیم نکالنے والے کی تحریک بھی یہی ہوتی ہے کہ ہر ممبر قرعہ اندازی میں حصہ لے کر نام نکلنے پر زائد رقم حاصل کرے، اس وجہ سے اس میں جوا اور سود دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں جو کہ حرام ہیں، ناجائز ہیں اور اس میں تعاون بھی گناہ ہے۔[1]

جامعہ نعیمیہ لاہور نے انعامی اسکیموں کے حوالے سے ایک سوال کے جواب میں تفصیلی فتویٰ میں لکھا ہے کہ:

۱۔ صورت مسؤلہ میں مذکورہ کمیٹی میں جوا اور سود دونوں پائے جاتے ہیں اور شریعت مطّہرہ میں دونوں حرام ہیں۔ اسی طرح بولی والی کمیٹی کے بارے میں بھی عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"لہٰذا تمام شرکاء کمیٹی پر لازم ہے کہ فوراً اس کمیٹی سے علیحدہ ہو جائیں۔"[2]

انعامی اسکیموں کے عدمِ جواز کے اسباب

دور حاضر میں دولت کمانے کی دھن ہر شخص کے سر پر سوار ہے اور بہت سے لوگ حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر مال جمع کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ بہت سے لوگ ناجائز ذرائع آمدنی کو جائز سمجھ کر اسے اختیار کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق موجودہ لکی کمیٹی اور اس جیسی انعامی اسکیموں میں درج ذیل ناجائز خرابیاں پائی جاتی ہیں اس لیے علماء ان کے عدم جواز کی رائے دیتے ہیں۔

۱۔ قمار، (جوا) ۲۔ غرر (دھوکہ) ۳۔ ربوٰی ۴۔ شرط فاسد

(i) میر سید شریف جرجانیؒ (م۔ ۸۱۶ھ) لکھتے ہیں:

"ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط لگائی جائے کہ مغلوب کی کوئی چیز غالب کو دی جائے گی۔"[3]

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ جواء کاروبار کے اندر ہو یا کھیل کے اندر لگایا جائے، یہ ایک کھیل ہے جس میں

---

[1]۔ یوسف لدھیانوی، مولانا محمد، پرائز بونڈ، بیسی اور انعامی اسکیمیں، ص: ۱۸۰۔
http://shaheedeislam.com/ap-kay-masail-vol-06-price-bond-bessi-aur-inaami-scheemain۔

[2]۔ محمد عمران حنفی، مفتی، جامعہ نعیمیہ لاہور، فتوی نمبر ۰۶۰۱۸، ۵۰، ۱۲ شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ بمطابق ۲۹ اپریل ۲۰۱۸ء۔

[3]۔ جرجانی، میر سید شریف (متوفی ۸۱۶ھ)، کتاب التعریفات، مطبوعہ دارالمنار للطباعۃ والنشر، ص: ۲۶۔

شرط لگا کر اس بات کا تعین کیا جاتا ہے کہ ہارنے والے کی کوئی چیز غالب آنے والے کو دی جائے گی۔ چاہے وہ چیز قرعہ اندازی کے ذریعے دی جائے۔ علامہ ابن عابدین شامی (م ۱۲۵۲ھ) جواء کی تعریف اور حکم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

القمار من القمر الذی یزداد تارة وینقص اخری، وسمی القمار قمارا، لان کل واحد من المقامرین ممن یجوز ان یذھب مالہ الی صاحبہ ویجوز ان یستفید مال صاحبہ وھو حرام بالنص۔[1]

"قمار کا لفظ، قمر (چاند) سے لیا گیا ہے۔ چونکہ چاند بھی کبھی بڑھتا ہے اور کبھی کم ہوتا ہے اور قمار (جواء) کو قمار بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ جواء لگانے والے فریقین میں ہر ایک کے بارے میں احتمال کہ ایک فریق کا مال دوسرا لے جائے اور دوسرا فریق پہلے کا مال حاصل کر لے (جس سے ہر فریق کے مال کا کم اور زیادہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے) اور یہ عمل نص قطعی کی وجہ سے شرعاً حرام ہے۔"

مذکورہ تعریفات سے یہ بات سامنے آئی کہ جواء فریقین میں سے ہر ایک کا دوسرے کے ساتھ اپنے مال کو کسی غیر یقینی واقعے پر بغیر کسی عوض کے داؤ پر لگانے کا معاہدہ کرنا ہے، جس میں غالب، مغلوب کا مال لے جاتا ہے۔ آج زیادہ تر انعامی اسکیموں میں یہ غالب اور مغلوب کا فیصلہ قراعہ اندازی کے ذریعے ہوتا ہے۔

لہٰذا ان کے مطابق موجودہ لاٹریاں، معمہ وغیرہ خالصتاً جواء ہیں۔

(ii) آج کل کی انعامی اسکیموں میں قمار کے ساتھ ساتھ غرر کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ غرر کا معنی دھوکہ آتا ہے۔ شمس الائمہ امام سرخسی (۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

"غرر اسی شے کو کہتے ہیں جس کا انجام پوشیدہ ہو۔"[2]

امام کاسانیؒ (م۔۵۸۷ھ)۔ بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں:

غرر خطر پر مبنی ایسے معاملے کو کہتے ہیں جس میں وجود عدم کی دونوں طرفیں شک کے درجہ کی طرح برابر ہوں۔[3]

انعامی اسکیم میں خریداری یا ادائیگی کے وقت ایک شخص جو معاملہ کرتا ہے وہ خطرے پر مبنی ہوتا ہے۔ اس

---

[1]۔ ابن عابدین (متوفی ۱۲۵۲ھ)، ردالمختار، مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ، ج:۵، ص: ۳۳۵۔

[2]۔ سرخسی، المبسوط، ج:۱۲، ص: ۹۴۔

[3]۔ کاسانی، علاء الدین (۵۸۷ھ)۔ بدائع الصنائع۔ بیروت، لبنان، دار الکتاب العربی، ۱۹۸۲ء، ج: ۴، ص: ۳۶۶۔

معاملہ کا انجام اس شخص پر پوشیدہ ہوتا ہے۔ لہذا یہ معاملہ غرر (دھوکہ) پر مبنی ہوا۔

رسول اللہ ﷺ نے متعدد ارشادات گرامی میں ایسی بیع سے منع فرمایا کہ جس میں دھوکہ ہو۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

نَہَی رَسُولُ اللہِ a عَنْ بَیْعِ الْحَصَاۃِ، وَعَنْ بَیْعِ الْغَرَرِ۔[1]

"رسول اللہ ﷺ نے کنکری پھینکنے کی بیع اور دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔"

مولانا تقی عثمانی (پ۔1943ء) لکھتے ہیں:

غرر کی ایک صورت جس کو فقہاء کرام نے "تعلیق التملیک علی الخطر" سے تعبیر فرمایا ہے کہ عقود معاوضہ میں تملیک کو کسی خطر پر معلق کرنا۔ خطرہ کا معنی ہے کوئی ایسا آنے والا واقعہ جس کے واقعہ ہونے یا نہ ہونے دونوں کا احتمال ہو۔ اس واقعہ پر تملیک کو معلق کر دینا کہ اگر یہ واقعہ پیش آگیا تو فلاں چیز کا مالک تمہیں بنادیا، اس کو تعلیق التملیک علی الخطر کہتے ہیں۔ مثلاً کسی بیع کو بارش کو ہونے پر موقوف کر دیا جائے۔ اسی کا ایک شعبہ قمار بھی ہے۔ قمار یعنی جوا یا میسر اس میں ایک طرف تو ادائیگی یقینی ہو اور دوسری طرف سے ادائیگی موہوم ہو، معلق عن الخطر یعنی کسی ایسے واقعہ پر موقوف جس کا پیش آنا نہ آنا دونوں محتمل ہیں، اس کو قمار کہتے ہیں۔[2]

تجارتی انعامی اسکیموں کے ذریعے خریداروں کو انعام کی لالچ دے کر انہیں بے جا فضول خرچی اور غیر ضروری خریداری کی طرف راغب کیا جاتا ہے، اور متعلقہ کمپنی اور دکاندار پوری ہوشیاری کے ساتھ ایسے حربے اپناتے ہیں کہ لاکھوں خریداروں میں سے محض کچھ خریدار ان کے اس انعام کے مستحق قرار پاتے ہیں، اور دوسرے خریداروں کے لیے سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا، نیز کاروبار کے اس طریقہ کے پیچھے جوئے اور قمار ہی کی روح کارفرما ہوتی ہے، اس لیے شرعاً یہ ناجائز ہے۔

خلاصہ بحث

عصر حاضر میں اصلاح اور درستگی کی تمام تر کوششوں کے باجود معاشرتی بگاڑ اور فساد کی بہت ساری وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارا تاجر طبقہ کمائی میں حلال و حرام کی تمیز کو روا نہیں رکھتے۔ انعامی اسکیمیں خواہ

---

[1]۔ مسلم، الصحیح، کتاب البیوع، باب بطلان بیع الحصاۃ والبیع الذی فیہ غرر، ج:3، ص:1153، رقم1513۔

[2]۔ تقی عثمانی، مولانا مفتی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، مرتبہ مولانا مفتی محمود احمد، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۸ء، ج:۴، ص: ۷۶۔

حکومت کی طرف سے ہوں یا غیر سرکاری اگر وہ قرآن وسنّت کی تعلیمات کے خلاف ہیں تو بلاشبہ ناجائز و حرام ہیں۔ ہر مسلمان کو زندگی کے ہر معاملے بالخصوص لین دین تجارت اور کاروبار میں اسلامی احکام اور شرائط وضوابط کو پیش نظر رکھنا چاہیے تاکہ عمل تجارت دنیاوی ثمرات و فوائد کے ساتھ ساتھ اخروی اجر وثواب کا باعث بھی ہے۔لہذا قرآن وسنت کی روشنی میں مستنبط شدہ اصولوں کی روشنی میں جدید مسائل کے حل کے لیے جید علماء کرام نے جو اجتہادات کیے ہیں ان کو پیش رکھنا چاہیے۔ ہر وہ معاملہ جس میں دھوکہ فراڈ اور لالچ کے ذریعہ کمائی کی ترغیب ہو اس سے اجتناب ضروری ہے ورنہ کاعلمی کی وجہ سے حرص ولالچ میں آکر رہے امور کا مرتکب ہو سکتا ہے جو شرعاحرام ہو۔ اللہ تعالیٰ حرام مال قبول نہیں فرماتا،نہ حرام کے ساتھ کی ہوئی کوئی عبادت قبول ہے۔